AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

فقہ البیع السلم میں مذاہب خمسہ کی فقہی آراء کا تقابلی جائزہ اور ان کی عصری تطبیقات

A Comparative Review of the Jurisprudential Views of the Khamsa Religions in Fiqh Ul-Bay Al Salam and their Contemporary Applications

Muhammad Arif Malik (PhD Scholar)

Department of Islamic Studies, the Islamia University of Bahawalpur

arifmalik0301@gmail.com

Dr Muhammad Muavia Khan(Assistant professor)

Department of Islamic Studies, the Islamia University of Bahawalpur RYK Campus, muavia.khan@iub.edu.pk

Abstract

This study undertakes an in-depth comparative examination of the jurisprudential perspectives of the five major Islamic schools of law Hanafi, Maliki, Shafi‘i, Hanbali, and Ja‘fari regarding Bay‘ al-Salam, a distinctive form of forward sale in which full payment is made at the time of contract while the delivery of the specified goods is deferred to a future date. The research systematically analyzes the classical juristic foundations of Salam, tracing its legitimacy from the Qur’an, Sunnah, and the established practices of the Companions, and then evaluates how each school of law conceptualizes its legal rationale and scope of permissibility. Particular attention is given to the essential conditions of Salam, including the requirement of advance payment, precise specification of the subject matter in terms of quantity, quality, and type, the determination of the delivery date and place, and the avoidance of gharar (uncertainty) and ribā (usury).The study further highlights the areas of consensus (ijmā) among the jurists such as the permissibility of Salam as an exception to the general prohibition of selling non-existent goods while also critically examining the points of divergence among the five schools, especially concerning the types of commodities eligible for Salam, the permissibility of Salam in non-fungible goods, the

conditions related to delivery delays, and the implications of market volatility. By comparing these doctrinal variations, the research illustrates the methodological approaches adopted by each school, including their use of qiyās, istihsān, maslahah, and textual interpretation .In addition, the study explores the contemporary relevance and applicability of Bay‘ al-Salam within the framework of modern Islamic finance. It analyzes how Salam-based contracts are employed in agricultural financing, commodity trading, Islamic banking instruments, and supply-chain financing, particularly as a Shari‘ah-compliant alternative to interest-based lending. The paper also assesses the challenges and opportunities associated with implementing Salam in modern financial markets, such as risk management, standardization of contracts, regulatory compliance, and integration with contemporary financial systems. By bridging classical fiqh discourse with present-day economic realities, the research demonstrates the enduring flexibility and ethical foundations of Islamic commercial law .Overall, this comparative framework not only clarifies the jurisprudential nuances and methodological differences among the five schools of Islamic law but also provides valuable practical insights for policymakers, Islamic financial institutions, Sharīah scholars, and researchers. It underscores the potential of Bay‘ al-Salam as a viable, socially responsible, and Sharīah-compliant financing mechanism capable of addressing modern economic needs while remaining firmly rooted in the principles of Islamic jurisprudence.

Keywords: Bay al-Salam; Islamic Jurisprudence; Hanafi; Maliki; Shafi‘i; Hanbali; Ja‘fari; Comparative Fiqh; Islamic Finance; Shari‘ah-compliant Contracts; Contemporary Applications.

تمہید:

بیعِ سلم اسلامی فقہ کا وہ اہم عقد ہے جس میں ثمن (قیمت) مجلسِ عقد میں مکمل ادا کر دیا جاتا ہے، جبکہ مبیع (مال) بعد میں متعین مدت پر فراہم کیا جاتا ہے۔ زرعی، صنعتی اور تجارتی شعبوں میں اس کی ضرورت قدیم دور سے موجود رہی ہے اور آج کے جدید مالیاتی نظام جیسے اسلامی بینکاری، زرعی فنانسنگ، اور سپلائی چین معاہدات میں بھی اس کی اہمیت دوچند ہو چکی ہے۔ مذاہبِ خمسہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری) نے سلم کے ارکان، شرائط، مقدار، اوصاف، مدت اور قبضہ سے متعلق تفصیلی اصول قائم کیے ہیں۔ ان فقہی آراء کا تقابلی مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ عصرِ حاضر کے مالیاتی ادارے شرعی مطابقت کے ساتھ ایسے معاہدات تشکیل دے سکیں جو نہ صرف اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہوں بلکہ عملی طور پر قابلِ نفاذ بھی ہوں۔ یہی پہلو اس تحقیق کو علمی، فقہی اور معاشی تینوں اعتبار سے اہم بناتا ہے۔

سَلَم لفظاً و معناً سلف ہی ہے (سلف اہل عراق کی جبکہ مسلم اہل حجاز کی لغت ہے) اور سلف بیوع کی ایک قسم ہے جس میں "قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور سودا تاخیر سے معین مدت پر لیا جاتا ہے" یعنی سونا چاندی یا مروجہ سکہ کے عوض پیشگی قیمت دے کر ایک معلوم و متعین مدت تک چیز لینے کا سودا کرنا بیع سلم ہے۔ جو قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے وہ "رأس المال" جو چیز تاخیر سے فروخت کی جاتی ہے اسے "مسلم فيه" قیمت ادا کرنے والے کو "رب السلم" اور جسے وہ چیز فروخت کی جارہی ہے اسے "مسلم إليه" کہتے ہیں۔([1])

سَلَم کا لغوی معنی:

سلم کے لغوی معنی ہیں تسلیم یعنی سپرد کرنا، سونپنا۔ صاحب البنایۃ فی شرح الھدایۃ لکھتے ہیں کہ:

"هو من التسليم"۔(2)

بیع سلم سپرد کرنے کی قبیل سے ہے۔

سَلَم کا اصطلاحی معنی:

فقہاکرام رحمھم اللہ تعالیٰ نے سلم کی مختلف انداز میں تعریفات کی ہیں مثلاً: صاحب "غایۃ المنتھی" نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

"عقد على موصوف بذمة مؤجل بثمن مقبوض بمجلس عقد"۔ (3)

ایسا عقد جو ایک مدت تک ذمہ میں ہو ایسے ثمن کے بدلے جس پر مجلس عقد میں قبضہ کیا گیا ہو۔

صاحب "حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر" نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

"وهو بيع يتقدم فيه رأس المال ويتأخر المثمن لأجل "۔(4)

وہ ایسا عقد ہے جس میں راس المال مقدم اور مبیع ایک مدت تک مؤخر ہوتی ہے۔

البتہ سلم کی جامع مانع تعریف علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

"شراء آجل بعاجل "۔(5)

ادھار چیز (مبیع) کو نقد چیز (ثمن) کے بدلے خریدنا۔

فقہاء کرام نے بیع سلم کی تعریفات مختلف انداز اور الفاظ میں بیان کی ہیں، لیکن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع سلم وہ بیع ہے جس میں قیمت (ثمن) فوراً ادا کی جاتی ہے جبکہ مبیع یعنی فروخت ہونے والی چیز بعد میں دی جاتی ہے۔ چونکہ بیع سلم میں مال ادھار میں فراہم کیا جاتا ہے، اس لیے اسے بیع سلف یعنی ادھار کی بیع بھی کہا جاتا ہے۔

احکامِ بیع سَلَم :

بیعِ سلم بھی دیگر بیوع کی طرح ایک جائز اور معتبر بیع ہے۔ جس طرح دیگر بیعوں کا جواز شرعاً ثابت ہے، اسی طرح بیعِ سلم کا جواز بھی قرآن، سنت اور اجماع کی بنیاد پر واضح ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالی نے بھی اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بیعِ سلم شرعی طور پر جائز ہے۔ اس بیع کے جواز کے دلائل قرآن و سنت اور اجماع کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔

بیع سَلَم قرآنِ مجید کی روشنی میں

بیعِ سلم کا جواز قرآنِ عظیم الشان سے بھی ثابت ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیعِ سلم کے جواز کی طرف اشارہ فرمایا ہے، جس سے اس کی شرعی حیثیت اور جائز ہونے کی وضاحت ہوتی ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوه﴾(6)

اے ایمان والو جب تم آپس میں مقررہ مدت تک ادھار کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

چنانچہ اس آیت کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ:

عن عبدالله ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال: " أشهد أن السلف المضمون إلى أجل مسمى، إن الله عزوجل أحله وأذن فيه، وقرأ هذه الآية يا أيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه "۔(7)

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ بیع سلف (سلم) جس کی مدت مقررہ تک ضمانت دی گئی ہو اس کو اللہ تعالی نے حلال قرار دیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾(8)

مزید یہ کہ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالی نے ادھار معاملہ کو جائز قرار دیا اور ادھار معاملہ وہ ہوتا ہے جس کے اندر ایک عوض نقد اور ایک ذمہ میں ہو، چنانچہ ابن العربی اپنی کتاب "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں کہ:

"هو عبارة عن كل معاملة كان أحد العوضين فيها نقدا والآخر في الذمة نسيئة، فإن العين عند العرب ما كان حاضرا، والدين ما كان غائبا"۔ (9)

دین ہر اس معاملہ کا نام ہے جس کے اندر عوضین میں سے ایک نقد ہو اور ایک کسی کے ذمہ میں ادھار ہو، کیونکہ اہل عرب کے ہاں عین (نقد) وہ ہوتا ہے جو موجود ہو اور دین وہ ہوتا ہے جو غائب (موجود نہ) ہو۔

بیعِ سلم بھی دراصل ایک ادھار پر مبنی معاملہ ہے، کیونکہ اس میں ایک طرف قیمت (ثمن) نقد ادا کی جاتی ہے جبکہ دوسری طرف مبیع (چیز) بائع کی ذمہ داری میں ادھار ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اس آیت سے بیعِ سلم کے جواز کا ثبوت حاصل ہوتا ہے۔

بیع سَلَم سنتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں:

جس طرح بیع سلم کا جواز قرآن پاک سے ثابت ہے اسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے، چنانچہ صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ:

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال:" قدم النبي ﷺ المدينة وهم يسلفون بالتمر السنتين والثلاث، فقال: «من أسلف في شيء، ففي كيل معلوم، ووزن معلوم، إلى أجل معلوم"۔ (10)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ ایک دو سال کی مدت تک کھجور کی ادھار بیع کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص ادھار بیع (بیع سلم) کرے اس کو چاہیے کہ ایک خاص مدت تک معین پیمانہ اور معین وزن کے ساتھ کرے۔

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ بیعِ سلم اسی وقت کی جا سکتی ہے جب مدت اور مبیع کی مقدار واضح اور معلوم ہو۔ بیعِ سلم کا جواز نہ صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہے بلکہ اجماع کے ذریعے بھی تسلیم شدہ ہے۔ اسی سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمت اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف فتح الباری میں بیان کرتے ہیں کہ سعید بن مسیب کو چھوڑ کر تمام علماء نے بیعِ سلم کے جواز پر اتفاق کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک بیعِ سلم شرعی طور پر جائز اور معتبر ہے۔

"واتفق العلماء على مشروعيته إلا ما حكى عن بن المسيب "۔(11)

علماء نے بیع سلم کے جواز پر اتفاق کیا ہے سوائے اس کے جو سعید بن مسیب سے مروی ہے۔

یعنی سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیع سلم کا عدم جواز منقول ہے۔ اسی طرح ابن المنذر فرماتے ہیں کہ:

"وأما الإجماع، فقال ابن المنذر أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن السلم جائز "۔(12)

ابن منذر فرماتے ہیں کہ ہم نے جن علماء سے علم حاصل کیا ہے انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ (بیع) سلم جائز ہے۔

بیعِ سَلَم میں قیمت (ثمن) کے لیے شرائط اور ضوابط:

ثمن سے متعلق تمام تفصیلات پر غور کرنے سے پہلے ایک بنیادی اصول ذہن نشین کر لینا چاہیے: ثمن کا لازمی طور پر صرف نقدی (دراہم، دنانیر یا کسی قسم کی کرنسی) ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی چیز بیع کے لیے مبیع بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، وہ ثمن کے طور پر بھی قابل قبول ہے۔ اس اصول کے مطابق، دراہم، دنانیر اور کرنسی کے علاوہ، کیلی، وزنی، مذروعی اور عددی اشیاء کو بھی ثمن کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف البحر الرائق میں فرماتے ہیں کہ:

"فإن ما يجوز كونه مسلما فيه يجوز كونه رأس مال السلم "۔(13)

یقیناً جس چیز کا مسلم فیہ (مبیع) بننا جائز ہے اس کا راس المال ہونا بھی جائز ہے۔

صاحب "النھر الفائق" اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

"فكل ما يجوز كونه مسلماً فيه يجوز كونه رأس السلم "۔(14)

ہر وہ چیز جس کا مسلم فیہ ہونا جائز ہے اس کا سلم کا راس المال ہونا بھی جائز ہے۔

بیعِ سَلَم میں راس المال کے فقہی ضوابط:

بیع سلم کی اصطلاح میں ثمن کو "راس المال" کہا جاتا ہے، راس المال سے متعلق چند شرائط ہیں جن کو ملحوظ نظر رکھنا ضروری ہے، حنفیہ کے نزدیک راس المال کی چھ شرائط ہیں، صاحب "تحفۃ الفقہاء" فرماتے ہیں کہ:

"وأما شرائط جواز السلم فسبعة عشر ستة في رأس المال وأحد عشر في المسلم فيه"۔(15)

بیع سلم کی جواز کی سترہ شرائط ہیں، چھ شرائط راس المال اور گیارہ شرائط مسلم فیہ سے متعلق ہیں۔

راس المال کی چھ شرائط یہ ہیں:

(1) جنس کا بیان، (2) نوع کا بیان، (3) صفت کا بیان، (4) راس المال کی مقدار کا معلوم ہونا، (5) راس المال کی چھان بین کرنا۔ اور (6) راس المال کا نقد ہونا۔

سید سابق نے راس المال کی درج ذیل شرائط بیان کی ہیں:

رأس المال کی شرائط:

❶ اس کی جنس معلوم ہو۔

❷ اس کی مقدار معلوم ہو۔

❸ اسے مجلسِ عقد میں ادا کر دیا جائے۔([16])

مسلم فیہ کی شرائط:

❶ وہ ضمانت و ذمہ داری میں ہو۔

❷ اس کا ایسا وصف بیان کیا جائے جس سے اس کی مقدار اور ممتاز اوصاف کا علم ہو جائے تاکہ دھوکہ اور تنازعہ کا خاتمہ ہو سکے۔

❸ اس کی مدت معلوم ہو۔([17])

امام اعظمؒ وامام سفیان ثوریؒ کے فقہی نظریات اور مذاہب:

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ راس المال (قیمت) کی مقدار کا واضح اور معلوم ہونا ضروری ہے۔ صرف اشارہ یا مبہم تعین کافی نہیں ہے۔ اس کی تفصیل بعد میں راس المال کی چوتھی شرط میں بیان کی گئی ہے۔

صاحبینؒ وحنابلہؒ وشوافعؒ کے فقہی نظریات:

صاحبین حنابلہ اور شوافع رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ راس المال (قیمت) کی مقدار کا معلوم ہونا لازمی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ کافی ہے کہ راس المال عقد کے مقام پر موجود ہو اور اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ کیونکہ جب راس المال سامنے موجود ہو تو اس کی مقدار کا اندازہ بخود لگایا جاسکتا ہے۔ اس لیے ان کے مطابق راس المال کی مقدار بذات خود جاننا ضروری نہیں، بلکہ اس کا موجود ہونا اور اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے۔

وقال الصاحبان والشافعية والحنابلة في الأصح عندهم:" لا يشترط معرفة قدر رأس المال، فإن رؤية رأس المال تكفي عن معرفة قدره، لأنه عوض مشاهد "۔(18)

صاحبین، شافعیہ اور حنابلہ رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک صحیح قول کے مطابق راس المال کی مقدار کو پہچاننا شرط نہیں ہے، اس لیے کہ راس المال کو دیکھ لینا اس کی مقدار پہچاننے کے لیے کافی ہے، اس لیے کہ یہ ایسا عوض ہے جو دیکھا گیا ہے (یعنی موجود ہے)۔

امام مالکؒ کا نظریہ:

البتہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں کوئی صریح قول منقول نہیں ہے، تاہم ان کے نزدیک اندازے کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس اندازے کی وجہ سے زیادہ نقصان کا خطرہ نہ ہو۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک بھی راس المال کی مقدار کا معلوم ہونا لازمی شرط نہیں، بلکہ اسے اندازے یا موجودگی کے ساتھ کافی سمجھا جاسکتا ہے۔

وأما الإمام مالك:"فلم يحفظ عنه في ذلك نص إلا أنه يجوز عنده بيع الجزاف إلا فيما يعظم الغرر فيه، بأن كان كثيرا مثلا "۔(19)

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس حوالے سے کوئی نص محفوظ نہیں کی گئی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اندازے کے ساتھ بیع جائز ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ نقصان بہت زیادہ نہ ہو۔ یہاں تک راس المال کے بارے میں بات اس صورت پر مرکوز تھی جس کا تعلق مقدار سے ہو، یعنی کیل، وزن یا ایسی عددی اشیاء جن کے آحاد میں کوئی تفاوت نہ ہو۔ لیکن اگر راس المال کا تعلق ایسی اشیاء سے ہو جو مذروع (پیمائش پر مبنی) ہوں یا ایسے عددی اشیاء سے جن کے آحاد (مفردات) میں تفاوت پایا جائے، تو فقہاء حنفیہ کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں راس المال کی مقدار کو بذات خود معلوم کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ کافی ہے کہ راس المال موجود ہو اور اس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

"ولو كان رأس المال مما لا يتعلق العقد بقدره من الذرع يات والعدديات المتفاوتة لا يشترط إعلام قدره ويكتفى بالإشارة بالإجماع"۔ (20)

اگر راس المال ان چیزوں میں سے ہو جن کا تعلق قدر کے ساتھ نہ ہو، یعنی مذروعی چیز اور عددیات متفاوتہ تو راس المال کی مقدار کو پہچاننا شرط نہیں ہے اور بالاجماع (اس کی طرف) اشارہ کافی ہے۔

اسی طرح، علماء حنفیہ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اگر بیع ایک متعین چیز کی ہو تو اس صورت میں بھی ثمن (قیمت) کی مقدار کو بذات خود جاننا ضروری نہیں۔ کافی ہے کہ ثمن کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ اسی سلسلے میں علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں فرماتے ہیں کہ:

"وكذا إعلام قدر الثمن في بيع العين ليس بشرط، والإشارة كافية بالإجماع "۔(21)

اور اسی طرح متعین چیز کی بیع میں ثمن کی مقدار کو پہچاننا شرط نہیں ہے، اور بالاجماع اشارہ کافی ہے۔

صاحبینؒ کا نظریہ:

حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک راس المال (قیمت) کو پرکھنا شرط نہیں ہے۔ چونکہ ان کے نزدیک راس المال کی مقدار کا معلوم ہونا لازمی شرط نہیں، اس لیے ظاہر ہوتا ہے کہ راس المال کو پرکھنا بھی ان کے نزدیک ضروری شرط نہیں ہے۔

"وعندهما ليس بشرط "۔(22)

اور صاحبین رحمہااللہ تعالی کے نزدیک شرط نہیں ہے۔

صاحبینؒ وحنابلہؒ وشوافعؒ کے فقہی نظریات

مبیع کے حوالے سے بیعِ سلم کی اہم شرائط یہ ہیں:

1۔ جنس، نوع اور صفات واضح ہوں۔ 2 مبیع کی مقدار معلوم ہو اور متعین اشیاء میں شامل ہو۔ 3 حوالگی مؤخر ہو اور بازار میں موجود رہے۔ 4 عوضین ربا لفضل کی علت سے خالی ہوں۔ 5 جانبین میں کسی کے لیے خیار شرط نہ ہو۔ 6 حوالگی کی جگہ معلوم ہو اور مبیع کی صفات قابو میں رکھنا ممکن ہو۔

مسلم فیہ کا بیع کے وقت مسلم الیہ کے پاس ہونا:

یہ شرط نہیں ہے جیسا کہ عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے دریافت کیا:

"اكان لهم زرع؟ قالا ما كنا نسألهم عن ذلك"۔([23])

کیا(بیع سلم کے وقت) ان کے پاس کھیتی موجود ہوتی تھی؟ تو ان دونوں نے کہا ہم ان سے اس کے متعلق نہیں پوچھتے تھے۔"

اس مسئلے میں علمانے اختلاف کیا ہے۔

(جمہور، مالکؒ، شافعیؒ) بیع سلم کے وقت جنس نہ بھی ہو تب بھی بیع درست ہو گی تاہم اتنا ضروری ہے کہ اختتام مدت پر اس چیز کا دستیاب ہونا ممکن ہو۔

(ابو حنیفہؒ) بیع سلم کے معاہدہ کے آغاز سے لے کر مدت معاہدہ کے اختتام تک وہ چیز دستیاب رہے۔ اس دوران کسی موقع پر بھی اس کا فقدان نہ ہو اور ملنا دشوار و محال نہ ہو۔[24]

(راجح) جمہور کا مؤقف راجح ہے کیونکہ گذشتہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

تمام اجناس میں بیع سلم جائز ہے

بیع سلم، پھلوں، باغات اور گندم کے علاوہ ہر چیز میں جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

من أسلف فى شيئ ففى كيل ووزن معلوم إلى أجل معلوم[25]

"جو شخص کسی بھی چیز میں بیع سلم کرنا چاہے وہ مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے ٹھہرا کر کرے

اسلام اور جدید معاشی مسائل میں بیعِ سَلَم متوازی: تعریف اور شرائط:

چنانچہ متوازی سلم کے حوالے سے اسلام اور جدید معاشی مسائل میں تفصیل کچھ یوں بیان کی گئی ہے: جدید اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے متوازی سلم کا طریقہ استعمال کرتے ہیں، اور اس طریقے کے درست اطلاق کے لیے چند شرائط کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ بینک گندم فروخت کرنے کے لیے ایک تیسرا طریقہ اختیار کرتا ہے، جس میں بینک خود گندم فروخت نہیں کرتا بلکہ پہلے شخص (جس سے بیع سلم کا معاہدہ ہوا تھا) یا کسی اور شخص کو وکیل مقرر کرتا ہے۔ تاہم، جس شخص سے پہلے بیع سلم کیا گیا ہو، اسے وکیل شرط کے طور پر مقرر نہیں کیا جاتا، یعنی بیعِ سلم کے وقت اس کے ساتھ یہ شرط نہیں لگائی جاتی کہ مقررہ گندم وہی فروخت کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہوگی اور بیعِ سلم کو فاسد کر دے گی۔ اسی سلسلے میں فقہِ البیوع میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ:

"وقديقع ان رب السلم يوكل المسلم إليه ببيع المسلم فيه نيابة عن رب السلم فإن كان هذا التوكيل مشروطا فى عقدالسلم، فالبيع فاسد؛ لأنه شرط يخالف مقتضى العقد "۔(26)

اور کبھی کبھار یہ بات پیش آتی ہے کہ رب السلم مسلم الیہ مسلم فیہ کو بیچنے کا وکیل بناتا ہے رب السلم کی نیابت کرتے ہوئے، پس اگر یہ اگر وکالت کو عقدِ سلم کے ساتھ شرط کے طور پر شامل کیا جائے تو بیع سلم فاسد ہو جائے گی، کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جو عقد کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ درحقیقت، بینک پہلے شخص سے بیع سلم کی نیت سے گندم پر قبضہ کرلیتا ہے، اور بعد میں اسے وکیل مقرر کرتا ہے، یعنی وکالت کا معاملہ بالکل نئی بنیاد پر وجود میں آتا ہے۔ اگر وہ شخص اس وکالت کو قبول نہ بھی کرے، تو اس پر کوئی زبردستی نہیں کی جاتی۔ علاوہ ازیں، گندم فروخت کرنے کے لیے بینک کے لیے اجرت بھی مقرر کی جاتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک مکمل طور پر الگ معاملہ ہے اور یہ کسی بھی صورت میں شرط کے طور پر شامل نہیں کیا گیا۔

بعض بینکوں میں رائج غلط طریقہ کار:

کچھ غیر اسلامی بینکوں میں تیسرا طریقہ اپنانے کے لیے یہ طریقہ استعمال کیا جاتا ہے کہ بینک جب پہلے شخص سے بیع سلم کا معاہدہ کر رہا ہوتا ہے، تو اسی وقت اس شخص کے ساتھ شرط بھی طے کی جاتی ہے کہ وہ مقررہ گندم فروخت کر کے بینک کو دے گا۔ حالانکہ اس طرح کی شرط شرعی اعتبار سے جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں دو عقد ایک ساتھ جمع ہو رہے ہیں، جو کہ شریعت کے مطابق جائز نہیں ہے۔

"شرط حمله إلى منزل رب السلم بعد الإيفاء في المكان المشروط لا يصح لاجتماع الصفقتين الإجارة والتجارة "۔(27)

مسلم فیہ کو مشروط جگہ میں وصول کرنے کے بعد رب السلم کے گھر تک لیکر جانے کی شرط صحیح نہیں ہے دو عقد جمع ہونے کی وجہ سے یعنی اجارہ اور تجارت۔ دو عقد اس طرح جمع ہو رہے ہیں کہ ایک طرف بیع سلم کا عقد پہلے شخص کے ساتھ طے ہوا ہے اور اسی دوران وکالت کا عقد بھی قائم کیا جا رہا ہے۔ شرعی اعتبار سے دو عقد ایک ساتھ جمع نہیں کیے جا سکتے۔ اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ جس شخص سے بیعِ سلم کی گئی ہے، اسے گندم فروخت کرنے کے لیے شرط کے طور پر وکیل نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنی مشہور تصنیف امداد الفتاویٰ میں بیان فرماتے ہیں کہ: "اگر خود ربّ السلم بھی قبضہ کرلے تب بھی یہ شرط کہ مسلم الیہ بیع کرایا کرے، زائد ہے، اور صفقہ (عقد/معاملہ) توکیل کو سلم کے عقد کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر فصل میں مسلم فیہ موجود ہو اور توکیل مشروط نہ ہو، اور بعد میں تیاری کے بعد قبضہ کرکے توکیل جدید کے ذریعے مسلم الیہ کو وکیل بنایا جائے، تو یہ جائز ہے۔" ۔(28)

بیع سَلَم اور عصری اقتصادی مسائل

موجودہ دور میں بیع سلم کے جدید مسائل مسلسل پیدا ہو رہے ہیں، جن میں سے ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ بعض کمپنیوں میں یہ طریقہ اپنایا جاتا ہے کہ جب وہ اپنی مصنوعات سیزن میں فروخت کرتی ہیں، تو ان کی قیمت الگ طے کی جاتی ہے۔ تاہم، اگر کوئی شخص سیزن آنے سے پہلے ہی مصنوعات کی قیمت پیشگی ادا کر دے تو اسے مخصوص رعایت دی جاتی ہے۔ اصولی طور پر یہ مسئلہ بیعِ سلم سے متعلق ہے، کیونکہ اس صورت میں گاہک پیشگی قیمت ادا کرتا ہے اور مصنوعات بعد میں وصول کرتا ہے۔ شرعی اعتبار سے، بیعِ سلم کی یہ صورت قابلِ قبول ہے، بشرطیکہ بیع کے وقت بیعِ سلم کی تمام شرائط کو مدنظر رکھا جائے۔

"بيع شيء موصوف في الذمة أي أنه يتقدم فيه رأس المال ، ويتأخر المثمن لأجل، هو أن يسلم عوضا حاضرا في عوض موصوف في الذمة إلى أجل"۔ (29)

ایسی چیز کو بیچنا ہے جو ذمہ میں ہو، یعنی اس میں راس المال (ثمن) مقدم اور مثمن (مبیع) ایک مدت تک مؤخر ہوتی ہے۔ بیع سلم یہ ہے کہ (مشتری) موجودہ عوض کو سپرد کردے ایسے عوض کے بدلے جو ایک مدت تک ذمہ میں ہو۔ چنانچہ "فتاویٰ حقانیہ" میں ایک سوال کے جواب

میں تحریر کیا گیا ہے کہ: کسی کمپنی کو پیشگی رقم دے کر مقررہ وقت پر رعائتی قیمت سے اس کی مصنوعات خریدنا عقد سلم کے حکم میں ہے، ایسا عقد اُس وقت جائز ہے جب اس میں مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں: جنس معلوم ہو، نوع معلوم ہو، صفت معلوم ہو، قدر اور اندازہ معلوم ہو، مدت معلوم ہو (کم از کم ایک ماہ ہو)، راس المال معلوم ہو، مطلوبہ چیز دینے کا مکان معلوم ہو، جدائی سے قبل راس المال پر قبضہ ہو)۔(30) بیع سلم سے متعلق پیش کیے جانے والے جدید مسائل میں دوسرا اہم مسئلہ کرنسی نوٹوں سے متعلق ہے، یعنی یہ سوال کہ کیا کرنسی نوٹوں میں بیع سلم جائز ہے یا نہیں۔ اس مسئلے کا جواب ایک اور بنیادی مسئلے پر موقوف ہے، جو یہ ہے کہ کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس مسئلے کا مطلب یہ ہے کہ کیا کرنسی نوٹ شرعی اعتبار سے واقعی ثمن (پیسے) کے طور پر معتبر ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں اگرچہ امام محمد رحمہ اللہ اور حضرات شیخین (امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ) کے درمیان اختلاف موجود ہے، لیکن یہ مسئلہ بیع سلم کی جوازیت کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرات شیخینؒ کے نظریات اور فقہی آراء:

حضرات شیخین رحمہا اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ ثمن نہیں ہیں، لہذا ان میں بیع سلم جائز ہے۔

امام محمد کا موقف:

امام محمد رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کرنسی نوٹ بھی ثمن ہیں، اس لیے ان میں بیع سلم جائز نہیں ہے، یہ اختلاف فقہ کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے، جیسے کہ علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ذکر کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ:

"وأما السلم في الفلوس عددا فجائز عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وعند محمد لا يجوز بناء على أن الفلوس أثمان عنده فلا يجوز السلم فيها "۔(31)

اور گنتی کے اعتبار سے فلوس (کرنسی نوٹ / رائج پیسے) میں سلم کرنا امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ تعالی کے نزدیک جائز ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اس بات پر بناء کرتے ہوئے کہ فلوس ثمن نہیں ہیں ان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔ امام محمدؒ کے موقف کے حوالے سے علامہ ابن ہمامؒ کی وضاحت: لیکن "فتح القدیر" میں علامہ ابن الہمام نے امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے ظاہر روایت یہ نقل کی ہے کہ ان کے نزدیک بھی کرنسی نوٹوں میں بیع سلم جائز ہے۔

"أي يجوز السلم في الفلوس عددا، هكذا ذكره محمد رحمه الله فيالجامع من غير ذكر خلاف، فكان هذا ظاهر الرواية عنه"۔ (32)

یعنی بیع سلم فلوس میں عدداً جائز ہے، اسی طرح امام محمدؒ نے جامع میں بغیر اختلاف کے ذکر کیا ہے، اور یہی ان کی ظاہری روایت ہے۔

بیع سلم سے متعلق پیش کیے جانے والے جدید مسائل میں تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ آج کل ایک مسئلہ عوام میں زیادہ رائج ہے، اور وہ یہ کہ کچھ ادارے پورے سال کی پیشگی قیمت وصول کرتے ہیں اور ہر مہینے گاہک کو نیا رسالہ یا جریدہ بھیجتے رہتے ہیں۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس قسم کی بیع ہے اور کیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بیعِ سلم کی ایک صورت ہے۔ اگر اس بیع میں بیعِ سلم کی تمام شرائط کو مد نظر رکھ کر عمل کیا جائے، تو یہ شرعی اعتبار سے جائز ہے، حالانکہ ظاہر ہے کہ جو رسائل اور جرائد ابھی تک گاہک کو موصول نہیں ہوئے، وہ معدوم ہیں۔

ادھار کو مسلم فیہ بنانے کی شرعی اور فقہی صورت:

البتہ اس کے جواز کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ربّ السلم پہلے مسلم الیہ سے اپنا ادھار وصول کر کے اس پر قبضہ کر لے، اور پھر اسی مجلس میں اسے راس المال کی نیت سے مسلم الیہ کے حوالے کر دے۔ اس صورت میں بیع سلم جائز ہو جائے گی، کیونکہ یہاں ادھار کی بیع ادھار کے بدلے نہیں ہو رہی، بلکہ ایک طرف سے نقد موجود ہے۔ ربّ السلم نے مسلم الیہ سے پہلے اپنا ادھار وصول کر کے قبضہ کر لیا اور اسی مجلس میں اسے راس المال کی نیت سے مسلم الیہ کے حوالے کر دیا، جس کی وجہ سے وہ صورتِ عدم جواز ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس صورت میں بیعِ سلم شرعی اعتبار سے جائز ہے۔

"لو نقد رأس المال قبل الافتراق صح"۔ (33)

ترجمہ: اگر جدائی سے پہلے راس المال نقد دیدیا تو عقد صحیح ہو جائے گا۔

باقی رہی بات کہ یہ بیع کس طرح بیعِ سلم ہے، تو اس کی وضاحت کچھ یوں ہے: ربّ السلم نے کاشتکار سے کہا کہ "گندم مجھے کٹائی کے بعد دیں"۔ اس طرح مبیع ادھار ہو گئی۔ جس ادھار کو بعد میں راس المال کے طور پر استعمال کیا جانا تھا، وہ اس وقت تک ربّ السلم کی ملکیت میں تھا، لیکن جب ربّ السلم نے کہا کہ "میرے ادھار کے بدلے مجھے گندم دیں"، تو وہ ادھار اب مسلم الیہ کی ملکیت میں شمار ہونے لگا۔ چونکہ یہ معاملہ اسی وقت سے مسلم الیہ کی ملکیت میں شمار ہونے لگا، اس لیے گویا ربّ السلم نے اسے اسی مجلس میں مالک بنا دیا، اور اس طرح راس المال نقد ہو گیا۔ البتہ یاد رہے کہ یہ اب بھی ادھار ہے، اور اس کی تفصیل پہلے بیان کی گئی سطور میں دی جا چکی ہے۔ بیعِ سلم سے متعلق پیش کیے جانے والے جدید مسائل میں پانچواں مسئلہ موٹر سائیکل میں بیعِ سلم کرنے کا ہے۔ اس کی صورت یہ اختیار کی جاتی ہے کہ موٹر سائیکل کمپنی گاہک سے کچھ مخصوص نقد رقم وصول کر لیتی ہے اور وعدہ کرتی ہے کہ، مثلاً تین مہینے بعد آپ کو فلاں فلاں قسم کی موٹر سائیکل دی جائے گی۔ اس میں موٹر سائیکل کا رنگ، ماڈل، ساخت اور دیگر تمام ضروری مروجہ صفات گاہک کو بتا دی جاتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرح کا معاملہ شرعی اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ بیعِ سلم کے دائرے میں آتا ہے۔ اگر اس میں بیعِ سلم کی تمام شرائط کو مد نظر رکھا جائے، تو یہ

بیع شرعی اعتبار سے جائز ہوگی، ورنہ نہیں۔ مذکورہ مسئلے میں چونکہ موٹر سائیکل کی تمام ضروری خصوصیات اور صفات واضح کر دی گئی ہیں، جو کہ بیع سلم کا تقاضا ہے، اس لیے اس طریقہ کار کے تحت موٹر سائیکل میں بیعِ سلم کرنا جائز ہے۔

"وجملة الشروط، أي جملة شروط السلم (جمعوها)أي جمعها المشايخ في قولهم: إعلام رأس المال وتعجيله، وإعلام المسلم فيه وتأجيله، وبيان مكان الإيفاء والقدرة على تحصيله"۔ (34)

اور تمام شروط یعنی بیع سلم کی تمام شروط کو مشائخ نے اپنے اس قول میں جمع کیا ہے، کہ راس المال کا معلوم ہونا اور اس کا جلدی ہونا(یعنی جلد ادا کرنا)، مسلم فیہ کا معلوم ہونا اور اس کا مؤخر ہونا، وصول یابی کی جگہ کا بیان کرنا اور مسلم فیہ کو حاصل کرنے پر قدرت کا ہونا۔

اگر رقم واقعی یکمشت ایک ہی مجلس میں وصول کی جاتی ہو اور موٹر سائیکل مقررہ وقت پر خریدار کے حوالے کی جاتی ہو، اور بعد میں خریدار بیچنے یا نہ بیچنے میں آزاد ہو، جیسا کہ سوال میں بیان کیا گیا ہے، نیز موٹر سائیکل کی تمام ضروری تفصیلات بھی طے کی گئی ہوں، تو یہ معاملہ بیع سلم کی شرائط پوری ہونے کی وجہ سے درست ہے۔ البتہ، کمپنی کا یہ کرنا کہ اتنی کم مدت کے لیے قیمت میں اتنی زیادہ کمی کر دے (جو سالانہ اصل قیمت کا 103 فیصد بنتی ہے)، سمجھ سے بالاتر ہے۔ ایسے معاملات اکثر مستقبل میں عوام کو دھوکہ دینے کے لیے میدان ہموار کرنے کے طور پر کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا، ایسے معاملات سے خود بھی دور رہیں اور کسی اور کو بھی مشورہ نہ دیں۔ (35)

بیع سلم سے متعلق پیش کیے جانے والے جدید مسائل میں ایک مسئلہ زیورات میں بیع سلم کرنے کا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ گاہک دوکان دار کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ "میں آپ کو، مثلاً، پچاس ہزار روپے نقد دیتا ہوں (جو بازاری ریٹ کے اعتبار سے کم قیمت ہے)، آپ مجھے اس کے بدلے تین ماہ بعد، مثلاً آدھا تولہ فلاں فلاں صفت کا سونا دیں"۔ دوکان دار اس معاملے کو قبول کر لیتا ہے، نقد رقم وصول کر لیتا ہے اور مقررہ مدت کے بعد گاہک کو طے شدہ مقدار اور صفات والا سونا فراہم کر دیتا ہے۔

یہ واضح ہے کہ یہ معاملہ بیع سلم ہے، کیونکہ رقم فوری ادا کی جا رہی ہے اور سونا بعد میں فراہم کیا جا رہا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شرعی اعتبار سے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بیعِ سلم کی شرائط اس میں پائی جاتی ہیں، لیکن ایک اور غلطی کی وجہ سے یہ بیع عدم جواز کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ وہ غلطی یہ ہے کہ زیورات کی بیع میں ضروری ہے کہ قبضہ کے دن زیورات کی قیمت طے کی جائے۔ مذکورہ صورت میں، قیمت اس دن طے کر لی جاتی ہے جب بیع سلم کی جا رہی ہوتی ہے، نہ کہ قبضہ کے دن۔ چونکہ اس طریقہ کار سے سود جیسے معاملات کرنے کے لیے حیلہ اختیار کرنے کا شبہ پیدا ہوتا ہے، اس لیے اس صورت میں بیعِ سلم جائز نہیں ہوگی بلکہ فاسد قرار پائے گی۔

"فانه ينبغى ان يقيد جواز النسيءة فى بيع العملات ان يقع ذلك على سعر سوق السائد عند العقد"۔ (36)

یقیناً مناسب یہ ہے کہ کرنسیوں کو فروخت کرنے میں ادھار کے جواز کی صورت کو مقید کیا جائے کہ وہ عقد کے وقت مارکیٹ ریٹ پر واقع ہو۔

زیورات میں بیعِ سَلَم کے جواز کی صورت:

البتہ اس کی جائز صورت یہ اختیار کی جاسکتی ہے کہ جس دن زیورات پر قبضہ کیا جارہا ہو، اسی وقت پرانے معاملے کو ختم کرکے نقد قیمت پر نیا معاہدہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر سوال یہ ہے: زید اور بکر کے درمیان سودا طے پایا، زید نے بکر کو 60,000 روپے بعوض 5.7 گرام سونا ادا کیے۔ زید نے یہ رقم سودا طے کرتے وقت ادا کی، اور بکر نے طے شدہ مقدار سونا دو ماہ بعد مقررہ تاریخ کو دیا۔ اس معاملے میں سونا مارکیٹ نرخ سے کم رکھا گیا اور دونوں فریق رضامند تھے۔ مفتی صاحب کی رہنمائی کے مطابق: یہ معاملہ شرعی طور پر درست نہیں ہے، کیونکہ سونے کی ادھار ادائیگی کی صورت میں، جب مقدار اور اوصاف معلوم ہوں اور ادائیگی کا وقت بھی معلوم ہو، نقد رقم کے عوض خریدنے یا بیچنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اسی دن کی بازاری قیمت پر خریدا یا بیچا جائے جس دن وہ معاملہ کیا جارہا ہے۔ قیمت میں کمی بیشی کرنا سود کے حیلے کے زمرے میں آتا ہے، اس لیے ممنوع ہے۔ اس کی تلافی کے لیے یہ ممکن ہے کہ باہمی رضامندی سے پہلے والا معاملہ ختم کرکے دوبارہ اس دن کی بازاری قیمت پر نیا سودا کیا جائے۔ بیع سلم سے متعلق ایک اور جدید مسئلہ جانوروں میں بیع سلم کرنے کا ہے۔ موجودہ دور میں جانوروں میں بیعِ سلم کا رواج پایا جاتا ہے۔ اکثر لوگ بقرہ عید سے پہلے یا حتیٰ کہ اگلے سال بقرہ عید کے لیے پیشگی بیعِ سلم کرتے ہیں، جس میں ایک فریق کہتا ہے: "میں آپ کو ابھی سے پیسے دے دیتا ہوں، بقرہ عید پر آپ مجھے فلاں فلاں قسم کا جانور دیں"، اور دوسرا فریق راضی ہو جاتا ہے۔ اس طرح بیعِ سلم وجود میں آجاتی ہے۔ اس معاملے میں حکم یہ ہے کہ بیعِ سلم صرف چار قسم کی اجناس میں کی جاسکتی ہے، اور ان کے علاوہ کسی چیز میں جائز نہیں ہے۔ وہ چار اجناس یہ ہیں:

- کیلی (جیسے اناج)
- وزنی (وزن کے اعتبار سے چیزیں)
- عددیات متقاربہ (جیسے سکے یا یکساں اشیاء)
- پیمائش کرکے دی جانے والی چیزیں

جانور ان چار اجناس میں شامل نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ عددیات میں شامل ہوسکتے ہیں، لیکن وہ متفاوتہ ہیں، نہ کہ متقاربہ۔ یعنی جانوروں میں مفردات میں کافی فرق پایا جاتا ہے، اور ہر جانور دوسرے سے مکمل طور پر برابر نہیں ہوتا۔ اس لیے جانوروں میں بیعِ سلم جائز نہیں ہوگی۔

(الثامن) أن يكون المسلم فيه من الأجناس الأربعة من المكيلات والموزونات والعدديات المتقاربة والذرعيات فلا يجوز السلم في الحيوان"۔ (37)

اور آٹھویں شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ چار اجناس یعنی کیلی، وزنی، عددیات متقاربہ اور پیمائشی چیزوں میں سے ہو لہذا جانور میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ:

اگر جانوروں میں بیع سلم کی تمام شرائط موجود نہ ہوں، تو ایسی بیع شرعی طور پر فاسد ہوگی، کیونکہ جانوروں میں تمام شرائط کی رعایت ممکن نہیں ہے اور ان میں تفاوت بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس لیے جانوروں میں بیع سلم درست نہیں۔ بقرہ عید کے موقع پر جانوروں کی خریداری کی جائز صورت یہ اختیار کی جاسکتی ہے کہ گاہک مال منگوانے کا آرڈر دے اور بیع کا وعدہ کرے، ساتھ ہی کچھ رقم پیشگی بھی ادا کرے۔ پھر جب مال پہنچ جائے، اس وقت باقاعدہ خریداری کا معاملہ مکمل کیا جائے ۔(38)

فقہِ جعفری اور بیع سَلَم

فقہِ جعفری میں بیع سَلَم کو "بیع السَّلَف" یا "السَّلَم" کہا جاتا ہے۔ اس کے جواز کی بنیاد قرآن و سنت میں موجود اصولِ بیوع اور ائمۂ اہلِ بیت کی روایات پر قائم ہے۔ جعفری فقہاء نے سلم کو شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ فقہِ جعفری کے مطابق بیع سلم جائز ہے، بشرطیکہ تمام شرائط واضح ہوں اور قیمت (ثمن) مجلسِ عقد میں فوراً ادا کی جائے۔

"السَّلَفُ لا يَصِحُّ إلّا بِشَرطَين: أَحَدُهُما تَعيينُ الأَجَل، والثاني دَفعُ الثَّمَنِ قَبلَ التَّفَرُّق"۔([39])

سلف درست نہیں ہوتا مگر دو شرطوں کے ساتھ: مدت کی تعیین، اور قیمت کا عقد کے وقت ادا ہونا۔

تشریح و توضیح

فقہِ جعفری میں بیع سلم ایک مستند اور مضبوط فقہی بنیاد رکھتی ہے اور دیگر فقہی مذاہب کی طرح اس کے جواز کو مشروط جواز حاصل ہے۔ بنیادی تاکید قیمت کے فوری ادائیگی اور معیاری و مقداری اوصاف کی مکمل تعیین پر ہے۔

جعفری فقہاء کی روایات، ائمہ اہلِ بیت کے اقوال اور کلاسیکی فقہی متون اس عقد کو زرعی و تجارتی ضروریات کے لیے جائز اور اہم قرار دیتے ہیں۔

فقہِ جعفری میں بیع سلم کے موضوع (مبیع) کے بارے میں بھی خاص دقت اور احتیاط ملتی ہے۔ جعفری فقہاء کے مطابق وہ اشیاء جن میں وصف، مقدار اور معیار کو مکمل طور پر متعین کیا جاسکتا ہو، سلم میں فروخت کی جاسکتی ہیں، خصوصاً زرعی اجناس، غذائی پیداوار اور وہ تجارتی اشیاء جو عرفاً ناپ تول کے ذریعے متعین کی جاتی ہوں۔ اس سلسلے میں مبیع کی جنس، نوع، مقدار، معیار اور وقتِ تسلیم کی صراحت کو شرطِ صحت قرار دیا گیا ہے، تاکہ عقد میں غرر اور نزاع کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔

جعفری فقہاء کی آراء میں یہ بات نمایاں ہے کہ بیع سلم کو محض ایک فقہی رخصت نہیں بلکہ معاشی ضرورت کے تحت ایک منظم اور منضبط عقد کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ ائمۂ اہلِ بیتؑ سے منقول روایات میں کسانوں اور پیشہ ور طبقے کی مالی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے عقود کی اجازت دی گئی ہے جو استحصال سے پاک ہوں اور باہمی رضامندی پر مبنی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہِ جعفری میں بیعِ سلم کو زرعی اور تجارتی ضروریات کے لیے ایک مؤثر ذریعہ تصور کیا گیا ہے۔

مزید برآں، فقہِ جعفری میں بیع سلم کے اصولی خدوخال دیگر فقہی مذاہب سے بڑی حد تک ہم آہنگ نظر آتے ہیں، خصوصاً ثمن کی فوری ادائیگی، مدت کی تعیین اور اوصافِ مبیع کی وضاحت جیسے بنیادی امور میں نمایاں اتفاق پایا جاتا ہے۔ تاہم بعض جزوی مسائل، جیسے سلم کے دائرۂ اطلاق اور بعض اشیاء کی شمولیت، میں فقہی منہج کے اختلاف کے باعث رائے کا تنوع بھی موجود ہے، جو فقہِ جعفری کی اجتہادی وسعت کو ظاہر کرتا ہے۔

عصرِ حاضر کے تناظر میں فقہِ جعفری کے اصولِ بیع سلم اسلامی مالیاتی نظام کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ جدید اسلامی بینکاری، زرعی فنانسنگ اور کموڈیٹی مارکیٹس میں سلم پر مبنی معاہدات کو فقہِ جعفری کی روشنی میں اس طرح مرتب کیا جا سکتا ہے کہ وہ نہ صرف شریعت کے اصولوں سے ہم آہنگ ہوں بلکہ معاشی استحکام اور عدلِ اجتماعی کے فروغ کا ذریعہ بھی بن سکیں۔ اس اعتبار سے فقہِ جعفری میں بیع سلم ایک مضبوط، متوازن اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ فقہی تصور کی حیثیت رکھتی ہے۔

خلاصہ

بیعِ سلم ایک شرعی معاہدہ ہے جس میں خریدار قیمت پیشگی ادا کرتا ہے جبکہ فروخت کنندہ مقررہ مدت کے بعد متعین اوصاف کی حامل چیز فراہم کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ لغوی طور پر سلم کا مطلب "سپرد کرنا یا سونپنا" ہے اور اصطلاح میں یہ ایسا معاملہ ہے جس میں فروخت کنندہ نقد رقم وصول کرتا ہے اور مقررہ وقت پر متعین اوصاف کی چیز دینے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بیعِ سلم کی مشروعیت قرآن، سنت اور اجماع سے ثابت ہے، جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت 282 میں ادھار کے معاملات کو تحریری شکل میں کرنے کی تاکید کی گئی ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اہل مدینہ کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اسے جائز قرار دیا۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس پر اجماع ہے، البتہ سعید بن مسیب اس کو ناجائز سمجھتے تھے۔ بیعِ سلم کی اجازت کی حکمت یہ ہے کہ یہ کسانوں اور تاجروں کو پیشگی رقم فراہم کر کے ان کی کاروباری ضروریات پوری کرتی ہے اور خریدار کو مقررہ وقت پر طے شدہ اوصاف کی چیز کم قیمت پر حاصل ہوتی ہے، جس سے دونوں فریقین کو فائدہ پہنچتا ہے۔

بیعِ سلم میں راس المال (قیمت) کی بہت اہمیت ہے اور اس کے چھ بنیادی شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ راس المال کی جنس واضح طور پر بیان کی جائے، چاہے وہ نقد رقم ہو یا کوئی اور چیز، اور اگر مختلف قسم کی کرنسیاں یا کیلی چیزیں موجود ہوں تو نوعیت بھی متعین کی جائے۔ دوسری شرط

یہ ہے کہ راس المال کی نوعیت واضح ہو تا کہ ابہام نہ رہے، اور تیسری شرط یہ ہے کہ کیفیت بیان کی جائے، جیسے کہ اچھی، درمیانی یا ہلکی، تا کہ معیار کے مطابق رقم یا چیز کی فراہمی ممکن ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ راس المال کی مقدار معلوم اور متعین ہو، جس میں فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے؛ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام سفیان ثوری رحمہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدار کا قطعی علم ضروری ہے، جبکہ صاحبین اور دیگر فقہاء کے نزدیک صرف اشارہ کافی ہے، خصوصاً جب راس المال پیمائش یا غیر یکساں گنتی والی چیز ہو۔ پانچویں شرط صرف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ راس المال کی جانچ پڑتال کی جائے تا کہ معلوم ہو کہ معیار کے مطابق ہے یا نہیں، اور چھٹی اور سب سے اہم شرط یہ ہے کہ راس المال مجلس عقد میں ہی نقد ادا کیا جائے اور قبضہ کیا جائے، تا کہ بیع الکالی بالکالی سے بچا جا سکے، کیونکہ بیع سلم میں فروخت کی جانے والی چیز ادھار ہوتی ہے اور اگر راس المال بھی ادھار رہے تو یہ شرعی اعتبار سے باطل ہو جائے گا۔

فقہاء میں بعض اختلافات بھی پائے جاتے ہیں، جیسے مقدار اور قبضہ کی شرائط، لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک فوری قبضہ ضروری ہے، مالکیہ کے نزدیک دو تین دن کی تاخیر جائز ہے، اور احناف کے نزدیک ید ضمان یا نقد رقم کے ذریعے قبضہ مکمل کیا جانا چاہیے۔ اگر راس المال قرض کی صورت میں ہو تو جمہور کے نزدیک اسے راس المال قرار دینا جائز نہیں، لیکن اگر قرض موجود ہو اور فروخت کنندہ مجلس میں اسے حاضر کر دے تو مالکیہ کے نزدیک قبضہ کافی ہے۔ ید ضمان اور ید امان کے مسائل بھی احناف کے نزدیک اہم ہیں، کیونکہ ید ضمان میں ہلاکت کی صورت میں تاوان دینا پڑتا ہے، جبکہ ید امان میں بغیر تعدی کے تاوان نہیں ہوتا۔

تجاویز اور سفارشات

بیع سلم اور استصناع اسلامی مالیاتی نظام کے اہم اور عملی پہلو ہیں جو مسلمانوں کو شرعی حدود کے اندر تجارتی اور زرعی ضروریات پورا کرنے کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ تاہم، عوام میں ان معاملات کے بارے میں شعور کی کمی ہے، جس کی وجہ سے بعض افراد غیر شرعی یا غلط طریقوں کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔ اس تناظر میں چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں تا کہ بیعِ سلم اور استصناع کے اصول و قواعد کو عوام میں اجاگر کیا جا سکے اور عملی زندگی میں ان کا درست استعمال یقینی بنایا جا سکے۔

1. بیعِ سلم اور استصناع کے بارے میں شعور بڑھانے کے لیے حکومتی اور نجی سطح پر عملی اقدامات کیے جائیں تا کہ مسلمان شرعی اعتبار سے اپنے مالی اور تجارتی معاملات کو درست طریقے سے انجام دے سکیں۔
2. عوامی آگاہی کے لیے ٹی وی چینلز اور دیگر میڈیا پر خصوصی پروگرامز اور ٹرانسمیشنز کا اہتمام کیا جائے تا کہ لوگوں کو بیع سلم اور استصناع کی اہمیت اور عملی اطلاق کی مکمل معلومات فراہم ہوں۔
3. تعلیمی اداروں میں سیمینارز، ورکشاپس اور لیکچرز کا انعقاد کیا جائے تا کہ طلبہ ابتدائی سطح سے ہی بیعِ سلم اور استصناع کے شرعی اور عملی پہلوؤں سے آگاہ ہوں۔

4. نصاب میں بیعِ سلم اور استصناع کے موضوعات شامل کیے جائیں تاکہ طلبہ کو ابتدائی تعلیمی مراحل سے ہی شرعی مالی معاملات کا شعور حاصل ہو۔
5. وزارتِ تعلیم میں معاملاتِ شرعی، خاص طور پر بیع سلم اور استصناع کے لیے ایک مستقل اور متحرک ڈیپارٹمنٹ قائم کیا جائے جو عوام میں شعور اور آگاہی کے لیے اقدامات کرے۔

یونیورسٹیوں میں بیع سلم اور استصناع کی تفصیلی تعلیم کا اہتمام کیا جائے، جس میں عصری تقاضوں کے مطابق تمام پہلوؤں کو شامل کیا جائے تاکہ طلبہ اور محققین عملی زندگی میں شرعی اصولو ں کے مطابق کام کر سکیں۔

حوالہ جات

---

1 محمد بن علی الشوکانی، **نیل الاوطار شرح منتقی الأخبار**،(مصر: دار الحدیث، 1993ء)، 3/610۔

2 أبو محمد، محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد (المتوفى: 855) **البنایہ شرح الھدایہ**، (دار الكتب العلمية بيروت، لبنان) 8/327۔

3 مرعي بن يوسف الكرمي الحنبلي (المتوفى: 1033) **غاية المنتهى في جمع الإقناع والمنتهى**، (مؤسسة غراس للنشر والتوزيع الكويت) 578۔

4 محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی، **حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر**، (بیروت: دار الفکر، س۔ن)، 3: 195۔

5 ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز (المتوفى: 1252ھ-) **ردالمحتار علی الدرالمختار**، (دارالفکر بیروت) 5/209.

6 القرآن:2:282

7 البیھقي، أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي بن موسى، (المتوفى: 458ھ-) **السنن الکبری** (دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)، رقم الحدیث: 11082.

8 القرآن:2، 282

9 محمد بن عبد اللہ ابن العربی، **احکام القرآن**، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2003ء)، 327۔

10 البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (م256ھ) **صحیح البخاری**، (مکتبہ: دار طوق النجاۃ)، رقم الحدیث: 2240.

11 العسقلاني، أبو الفضل أحمد بن علي بن حجر، **فتح الباری**، (دار المعرفۃ بیروت)، 4/428.

12 ابن قدامہ، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد (المتوفى: 620) **المغنی لابن قدامہ** (مكتبة القاهرة بيروت)، 4/207.

13 ابن نجیم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد (ابن نجيم المصري، المتوفى: 970ھ-) **البحر الرائق**، (دارالکتاب الاسلامی) 6/174.

14 عمر بن نجیم سراج الدين عمر بن إبراهيم الحنفي (عمر بن نجیم، 1005) **النھر الفائق شرح کنز الدقائق**، (دارالکتب العلمیہ) 3/502.

15 السمرقندي، أبو بكر علاء الدين محمد بن أحمد بن أبي أحمد (المتوفى: 540ھ-) **تحفۃ الفقھاء**، (دار الكتب العلمية، بيروت لبنان) 02/08.

16 سید سابق، **فقہ السنہ**، (بیروت: دار الفکر، س۔ن) 3/250۔

17 سید سابق، **فقه السنة**، 3/ 250۔

18 الزحیلی، وهبة بن مصطفى الزحيلي، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، (دار الفکر سوریّۃ دمشق) 5/3606.

19 الزحیلی، وهبة بن مصطفى الزحيلي، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، 5/3606.

20 الكاساني، علاء الدين أبو بكر بن مسعود (المتوفى:587ھ-) **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، (دار الكتب العلمية) 5/202.

21 علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1986م) 5 / 202.

22 علاء الدين الكاساني، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، 5 / 202

23 محمد بن إسماعيل البخاري، **الجامع الصحيح**، كتاب السلم، باب السلم إلى أجل معلوم، رقم الحديث: 2255.

24 برهان الدين المرغيناني، **الهداية في شرح بداية المبتدي**، (بيروت: دار احياء التراث العربي)، 3: 72۔

25 محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح البخاری**، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل أن یقبض، رقم الحدیث: 2240۔

26 عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، **فقہ البیوع**، (مکتبہ معارف القرآن)، 1 /584.

27 زین الدین ابن نجیم، **البحر الرائق شرح کنز الدقائق** 6 /176۔

28 تھانوی، مولانا محمد اشرف علی صاحب (المتوفی: 1363)، **امداد الفتاوی**، (مکتبہ: دارالعلوم کراچی) 3/ 70.

29 وہبہ بن مصطفیٰ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، (دمشق: دار الفکر، 2015ء)، 5 / 3603۔

30 حقانی، مولانا عبد الحق صاحب، **فتاوی حقانیہ**، (مکتبہ: جامعہ دارالعلوم حقانیہ) 6 /185۔

31 علاء الدین الکاسانی، **بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع**، 5 /208۔

32 کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام، **فتح القدیر**، (بیروت: دار الفکر)، 7: 57۔

33 المرغینانی، علي بن أبي بکر بن عبد الجلیل (المتوفی: 593ھ-) **الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی**، 3 /74

34 أبو محمد، محمود بن أحمد بن موسى بن أحمد (المتوفى: 855ھ-) **البنایہ شرح الھدایہ**، (دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان) 8/ 327.

35 ویب سائٹ جامعۃ الرشید کراچی، فتوی نمبر: 61500.

36 عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی ، **فی قضایا فقھیہ معاصرۃ** (مکتبہ معارف القرآن)، 01/ 138.

37 الفتاوی الہندیہ (المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری)، (بیروت: دار الفکر، 1411ھ /1991ء)، 3/ 180۔

38 ویب سائٹ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، فتوی نمبر: 143908200656 .

39 جعفر بن الحسن المحقق الحلی، **شرائع الإسلام في مسائل الحلال والحرام**، (قم: مؤسسہ اسماعیلیان، 1408ھ)، 2: 16۔